درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ
ضبط وترتیب : مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی
معاون مفتی دارالافتاء جامعہ حقانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال

جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

باب ما جاء فی الاقتصاد فی الحب والبغض

محبت اور نفرت میں میانہ روی کا بیان

حدثنا ابو کریب ثنا سوید بن عمرو الکلبی عن حماد بن سلمة عن أیوب عن محمد بن سیرین عن أبی هریرة ' أراه رفعه ' قال : أحبب حبیبک هونا ماعسی أن یکون بغیضک یوماً ما' وأبغض بغیضک هونا ما عسی أن یکون حبیبک یوماً ما.. هذا حدیث غریب لانعرفه بهذا لاسناد إلا من هذالوجه. وقدروی هذا الحدیث عن أیوب باسناد غیرهذا ' رواه الحسن ابن ابی جعفر' وهو حدیث ضعیف ایضاً ' باسناد له عن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم والصحیح هذا عن علی موقوف.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے (اور راوی کہتا ہے) کہ میرے خیال کے مطابق انہوں نے یہ روایت مرفوعاً نقل کی ہے) فرماتے ہیں کہ اپنے دوست کے ساتھ (معمول کے مطابق' اندازے سے) محبت کرو' ہوسکتا ہے کہ کسی دن وہ آپ کا دشمن بن جائے' اور اپنے دشمن کے ساتھ تھوڑی نفرت کرو' ہوسکتا ہے کہ وہ کسی دن آپ کا دوست بن جائے۔۔۔ یہ حدیث غریب ہے' ہم اسے اس اسناد کے ساتھ اس مذکورہ طریق کے علاوہ کسی اور طریق سے نہیں پہچانتے۔ اور یہ حدیث ایوب سے بھی اس اسناد کے علاوہ دوسری اسناد سے روایت ہوئی ہے۔ اس کی روایت حسن بن ابی جعفر نے کی ہے۔ اور یہ بھی ایک ضعیف حدیث ہے' اسی کی اسناد سے حضرت علیؓ سے اور انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت علیؓ سے موقوفاً روایت ہوئی ہے۔

توضیح وتشریح: اسلام ایسا توازن اور اعتدال کا مذہب ہے کہ فطری اور طبعی چیزوں میں بھی اعتدال' توازن اور میانہ روی کو پسند کرتا ہے' محبت اور نفرت بھی انسان میں فطری طور پر موجود ہوتی ہیں۔ اور محبت ونفرت دو ایسی چیزیں ہیں جو کہ انسان کو اعتدال کی راہ پر مستقیم نہیں رہنے دیتے۔ بلکہ یہ انسان کو اعتدال سے نکال دیتی ہیں۔ حدیث پاک

میں ہے کہ "حبک الشئی یعمی ویصم" یعنی کسی چیز کی محبت انسان کو اندھا اور بہرا بنا دیتا ہے۔ اور وہ پھر اس کی برائی کو بھلائی اور اس کے عیب کو تصور کرتا ہے۔ اور اس کے عیوب سے وہ اندھا بہرا ہو جاتا ہے اور محبوب چیز یا محبوب فرد کو اونچے سے اونچا مقام اور مرتبہ دینے سے گریز نہیں کرتا۔ اس محبت میں غلو اختیار کرنے کی وجہ سے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو الوھیت کے مقام تک پہنچا دیا اور شرک و کفر میں مبتلا ہوئے' اور جہاں بھی شرک پیدا ہوا' محبت ہی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے' نفرت سے شرک پیدا نہیں ہوتا' تاہم نفرت میں غلو اختیار کرنے کی وجہ سے یہودیت جیسی کفر و ضلالت پیدا ہوتی ہے۔ اور کبھی کبھار محبوب چیز کو حاصل کرنے میں حلال و حرام کی پرواہ نہیں کرتا۔ اسی طرح حدود شرعیہ کو پھلانگ کر انسان گمراہی میں پھنس جاتا ہے۔ اسی طرح بغض اور نفرت بھی انسان کو راہ اعتدال سے نکال دیتی ہے' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے کلام پاک میں تنبیہ فرمائی ہے' ولا یجرمنکم شنان قوم علی ألا تعدلو إعدلوا ھو أقرب للتقوی (الایۃ) یعنی کسی قوم کی دشمنی اور نفرت) تم کو اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل و انصاف کو چھوڑ بیٹھو' عدل کرو کہ یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے' یعنی نفرت اور دشمنی بھی ایسی چیز ہے جو انسان کو اعتدال سے نکال دیتا ہے' اس وجہ سے تنبیہ دی گئی کہ کسی قوم کی دشمنی تم کو اعتدال کے راستے سے نہ ہٹا دے' اعتدال اور میانہ روی' دین اسلام اور ایمان کا تقاضا ہے' اس لئے قرآن و حدیث میں ان چیزوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو کہ راہ اعتدال سے ہٹانے والی ہیں۔ اور خبردار کیا ہے کہ ان چیزوں کے متعلق ہوشیار رہئے۔ اور محبت و نفرت بھی انہین چیزوں میں سے ہیں۔ اسوجہ سے حدیث پاک میں ارشاد ہے' من أحب لله و أبغض لله فقد استکمل الایمان (الحدیث) یعنی جس آدمی نے محبت اللہ تعالیٰ کے لئے کی' اور نفرت بھی اللہ تعالیٰ کے لئے کی تو اس کا ایمان مکمل ہوا۔ کیونکہ جو محبت اور نفرت میں اعتدال پر رہا تو یہ اس کی دلیل ہے کہ اس نے حقیقتاً راہ اعتدال اختیار کر لی ہے اور دوسرے معاملات میں بھی وہ اعتدال سے نہ ہٹے گا۔ اور اعتدال پر قائم رہنا ہی کامل ایمان کی علامت ہے' اور محبت اور نفرت میں حدود شرعیہ پر قائم رہنا اور ان دونوں چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع بنا دینا ایمان مکمل ہونے کی ضمانت ہے۔

حدیث باب میں بھی ان دونوں چیزوں کو اعتدال پر رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ انسان کے اندر مختلف قسم کی قوتیں موجود ہیں۔ قوت حیوانی' قوت شہوانی' قوت غضبی وغیرہ لیکن شریعت مقدسہ ان تمام چیزوں کو نفس کے جذبات کے تابع استعمال کرنے سے منع فرماتا ہے۔ بلکہ ہر قوت کے استعمال کے لئے مقام اور محل کا تعین فرماتا ہے اور ان میں اعتدال اختیار کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔

اقتصاد کا مطلب: الاقتصاد: قصد سے مأخوذ ہے' بمعنی درمیانی چال چلنے کے' قرآن کریم میں یہ مادہ کئی جگہ اسی معنی میں مستعمل ہے' واقصد فی مشیک واغضض من صوتک (الایۃ) منھم أمۃ مقتصدۃ و کثیر منھم ساء مایعملون ٥ وغیرہ آیات میں اسی اقتصاد اور اعتدال کی بہتری بیان کی گئی ہے'

اور آج کل اقتصاد کو معاش اور معاشیات کا ہم معنی تصور کیا جاتا ہے۔ اس میں بھی اعتدال اور میانہ روی کا معنی موجود ہے کہ سرمایہ کو مناسب اندازے سے بہتر سے بہتر جگہ پر لگایا جائے۔ اسمیں زیادہ بخل اختیار کرنا بھی نقصان دہ ہے اور نہایت بیدردی سے خرچ کرنا بھی تباہی کا باعث بن سکتا ہے۔ ولاتجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطها کل البسط فتقعد ملوما محسورا (الایۃ) والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما (الایۃ) جیسا کہ اکثر اسلامی ممالک سرمایہ کو نہایت بے دردی سے خرچ کرتے ہیں۔ فضول خرچی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر امریکہ کے سامنے ہاتھ پھیلا دیتے ہیں اور ان سے قرضے مانگتے ہیں اور بالآخر انکے سودی قرضوں تلے دب کر انکی محتاجی اور فقیری ان کا مقدر بن جاتا ہے' کاش کہ مسلمان قرآنی تعلیمات پر پختہ یقین رکھتے اور زندگی کے ہر شعبہ اور ہر مرحلہ میں قرآنی ہدایات پر عمل پیرا ہوتے تو کبھی بھی ان کو ذلت کا منہ دیکھنا نہ پڑتا۔

ع　　خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

دوستی اور دشمنی میں حد سے نہ بڑھو: أحبب حبیبک ھونا ما الخ: یعنی اپنے دوست کے ساتھ دوستی کرو' ایک حد میں رہ کر' سوچ اور احتیاط کیساتھ' جذبات میں آ کر دوستی میں حد سے آگے نہ بڑھو۔ اور دوست پر ضرورت سے زائد اعتماد مت کرو' گھر کے اندرون اور بیرون تمام اسرار اور پوشیدہ راز اسکے سامنے ظاہر مت کرو' کیونکہ آج کا دوست کل کو دشمن بھی بن سکتا ہے۔ اگر خوانخواستہ یہی دوست کل کو دشمن بن گیا تو آپکے گھر کے تمام پوشیدہ چیزوں اور خفیہ رازوں سے وہ واقف ہوگا لہذا اس قسم کے مختلف پہلوؤں سے آپ کو نقصان پہنچانے میں اس کیلئے کوئی مشکل نہ ہوگا' نیز اگر اسکے دل میں آپکے ساتھ خفیہ دشمنی پیدا ہوگئی اور آپ اس پر پورا اعتماد کر رہے ہیں' اپنے اہل اور مال کے بارے میں بعض امور اسکے واسطے سے انجام دیتے ہو' تو ایسے حالات میں وہ آپ کو مختلف قسم کے پریشان کن اور مہلک خطرات سے دوچار کر سکتا ہے۔

اسی طرح دشمن کے ساتھ دشمنی میں بھی حد سے بڑھنا نہیں چاہیے' کیونکہ حالات بدلتے رہتے ہیں' آج کا دشمن کل دوست بھی بن سکتا ہے' اگر دشمنی کی حالت میں تم نے اس کی ایذا رسانی اور اس کی بے عزتی و آبروریزی میں کوئی کسر نہ چھوڑی ہو تو دوست بن جانے کے بعد آپ اس کے سامنے پشیمان اور شرمندہ ہوں گے۔ اس لئے دوسرا جملہ یہ ارشاد فرمایا' وأبغض بغیضک ھونا ما عسی أن یکون حبیبک یوما ما۔ یعنی اپنے دشمن کے ساتھ دشمنی بھی آرام سے' سوچ اور احتیاط سے کرو' جذبات میں آ کر حد سے تجاوز نہ کرو' ہو سکتا ہے کہ یہ دشمن کسی دن آپ کا دوست بن جائے' ہم لوگوں کی ایک بڑی کمزوری یہ ہے کہ معمولی فروعی اختلافات یا سیاسی اختلافات میں واقع ہو کر تمام خونی اور ایمانی و مذہبی رشتوں کو توڑ ڈالتے ہیں۔

حکمت کی تعلیم: غرض یہ کہ دوستی کی حالت میں دشمنی کی حالت کو بھی ملحوظ رکھنا اور دشمنی کی حالت میں دوستی کی

حالت کو ملحوظ رکھنا' نیز مالداری کی حالت میں فقیری اور تنگدستی کی حالت کو اور جوانی میں بڑھاپے کو' صحت کی حالت میں بیماری کو' اور زندگی میں حالتِ موت کو ملحوظ رکھنا وغیرہ' یہ وہ حکمت اور دوراندیشی کی باتیں ہیں جنہیں امت کو سکھانے کیلئے جناب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے ہیں' ویعلمهم الکتب و الحکمة اور آپ ﷺ نے کھل کر واضح الفاظ میں انہیں بیان کر کے اپنی رسالت اور امت کی خیر خواہی کا حق ادا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پیارے رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باب ما جاء فی الکبر

تکبر کا بیان

حدثنا ابو هشام الرفاعی' أخبرنا ابوبکر بن عیاش عن الأعمش عن ابراهیم عن علقمة عن عبدالله قال: قال رسول الله ﷺ لایدخل الجنة من کان فی قلبه مثقال حبة من خردلٍ من کبرٍ' ولایدخل النار من کان فی قلبه مثقال حبة من خردل من ایمان' وفی الباب عن أبی هریرة و ابن عباس وسلمة بن الاکوع و أبی سعید ...... هذا حدیث حسن صحیح۔

ترجمہ: حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ آدمی جنت میں داخل نہ ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر موجود ہو' اور وہ آدمی جہنم میں داخل نہ ہوگا جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان موجود ہو۔ اس باب میں حضرت ابوہریرہؓ' حضرت ابن عباسؓ' حضرت سلمہ بن الاکوع اور حضرت ابوسعیدؓ سے بھی روایات آئی ہیں۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

توضیح وتشریح۔تکبر: دوسروں پر اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کا نام تکبر ہے۔ نیز حق کی تردید کرنا' حق کو ٹالنا اور دفع کرنا' اور حق کو باطل سمجھنا بھی تکبر ہے' جیسا کہ آنے والی روایت میں اس کی وضاحت ہوگی۔ تکبر نفس کی مہلک بیماریوں میں سے ایک ہے اور ایک انتہائی قبیح اخلاقی خرابی ہے' دل میں اگر یہ خرابی موجود ہے تو اس سے انسان کے بڑے بڑے نیک اعمال ضائع ہوجاتے ہیں۔ اور اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوجاتا ہے اور تکبر کرنے والے پر حق تعالیٰ کو غصہ آتا ہے' کیونکہ بڑائی اور کبریاء اللہ تعالیٰ کا لباس ہے (کمایلیق بشانہ) اور تکبر کرنے والا گویا اللہ تعالیٰ سے اس کا لباس چھیننے کی کوشش کرتا ہے' چنانچہ ایک حدیث پاک میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ: اور کبریا (بڑائی) میری چادر ہے۔ پس جو آدمی اس میں میرے ساتھ الجھتا ہے تو میں اس کو منہ کے بل جہنم میں ڈال دوں گا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تکبر تو اللہ تعالیٰ کی صفت اور کہا گیا کہ تخلقوا باخلاق اللہ اگر بندہ اس صفت کو اپناتا ہے تو عتاب کیوں؟ جواب یہ ہے کہ تکبر خالق کی صفت خاص ہے' مخلوق اسے اپنا کر درحقیقت جھوٹ بولتا ہے۔ تکبر کرنے

والا دراصل جھوٹا ہوتا ہے‘ کیونکہ کبر اور بڑائی انسان میں ہے ہی نہیں اور یہ اپنے آپ میں بڑائی ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے‘ تو یہ جھوٹا دعویٰ کر رہا ہے‘ اللہ تعالیٰ کا لباس زیب تن کرنا چاہتا ہے‘ حالانکہ کسی دنیاوی چیف اور تھانیدار وغیرہ کا جو خاص یونیفارم ہوتا ہے‘ قانوناً کسی غیر آدمی کو اس یونیفارم کے پہننے کی اجازت نہیں ہوتی‘ لہٰذا اگر کوئی آدمی تھانیدار نہ ہو اور تھانیدار کا لباس پہنے تو حکومت اس شخص کو گرفتار کر کے اس کو سخت سزا دے گی کیونکہ اس نے جعلسازی کی ہے۔ افسر اور چیف کا یونیفارم کسی کو استعمال کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تو کیسی سنگین سزا کا مستحق ہوگا وہ شخص‘ جو اللہ تعالیٰ کا لباس خاص اور یونیفارم کو زیب تن کر رہا ہو؟ اس وجہ سے حدیث قدسی میں آیا ہے کہ جو میرے لباس کو چھیننا چاہتا ہے تو میں اس کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دوں گا۔ لہٰذا تکبر بہت بری خصلت ہے‘ ابلیس بھی تکبر کی وجہ سے ملعون ہوا۔

أبى واستكبر وكان من الكافرين (الاية) أنا خير منه خلقتني من نار وخلقته من طين (الاية)

تکبر عزازیل را خوار کرد بزندان لعنت گرفتار کرد
چوں دانی تکبر چرا مے کنی خطامے کنی وخطامے کنی

انسان کس طرح تکبر کرتا ہے؟ کیا وہ اپنی اصل خلقت کی طرف نہیں دیکھتا کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ ایک حقیر قسم کے پانی کے قطرے سے پیدا کیا گیا ہے۔ اس کے شان سے تکبر لائق نہیں ہے۔

<u>حکایت:</u> ایک بادشاہ ایک دفعہ اپنے شاہانہ شان وشوکت میں حشم وخدم کے ساتھ کسی راستے سے گزر رہا تھا کہ اس دوران ایک مجذوب پر ان کا گزر ہوا‘ مجذوب اپنی حالت میں ایسا گم تھا کہ بادشاہ کی طرف ذرہ برابر التفات نہ کیا۔ بادشاہ نے اس کے قریب آ کر اس سے کہا کہ أتعرف من أنا؟ تو مجھے جانتا ہے کہ میں کون ہوں؟ مجذوب نے پوری استغناء سے کہا: ہاں میں تمہیں جانتا ہوں‘ أولك عذره‘ وآخرك مذره۔ وأنت تحمل بين ذلك قذرة ، یعنی تیرا اول گندگی ہے (یعنی منی کا قطرہ) اور تیرا آخر بھی گل سڑ کر گندگی بننا ہے۔ اور اول وآخر کے درمیان تو پاخانہ سے بھرا ہوا پھر رہا ہے۔

لايدخل الجنة من كان في قلبه مثقال حبة من خردل من كبر ولايدخل النار من كان في قلبه مثقال حبة من إيمان۔

حاصل اس حدیث کا یہ ہے کہ جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہو تو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ اور جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہو وہ جہنم میں داخل نہ ہوگا‘ یعنی تکبر ایسی صفت ہے کہ ایمان کیساتھ اس کی منافاۃ ہے اور ایمان اور تکبر دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ پس جبکہ اس کے دل میں تکبر ہے تو ایمان نہیں ہے اور جب ایمان نہیں ہے تو جنت میں کیسے داخل ہوگا؟ اس تاویل کے مطابق تکبر سے مراد ایسا تکبر ہے جو کہ ایمان لانے سے مانع ہو‘ پس ظاہر ہے کہ جو شخص ایمان لانے سے تکبر کرتا ہو تو ایسا ذرہ برابر تکبر بھی ہو تو ایمان نہ ہوگا۔ پس جنت میں بھی وہ داخل نہیں ہو سکے گا۔

یا تاویل اس کی یہ ہے کہ اس تکبر کا بدلہ اور سزا ملنے کے بغیر وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ یا مطلب یہ ہے کہ آج اس کے دل میں تکبر تھوڑا سا ہے لیکن یہ ایک بیج ہے جو کہ دل میں بویا گیا ہے' اگر اس کو اکھاڑ کر نہ پھینکا جائے تو یہ پھل پھول کر زیادہ ہوگا اور بالآخر اتنا زیادہ ہوگا کہ ایمان سلب ہو جائے گا تو جنت سے محروم ہوگا۔

ولا یدخل النار من کان فی قلبه مثقال حبة من ایمان الخ: یعنی جسکے دل میں ذرہ برابر ایمان ہو تو وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا' اس دخول سے مراد بے ایمانوں اور کافروں جیسا دخول ہے' لہذا عصاۃ ایمان والوں کا بقدر معصیت جہنم میں داخل ہونے کا منافی نہیں ہے کیونکہ یہ دخول ابدی دخول اور کفار کی طرح دخول نہیں ہے۔

O حدثنا محمد بن المثنی وعبدالله بن عبدالرحمن قالا ثنا یحییٰ بن حماد ثنا شعبة عن عن أبان بن تغلب عن فضیل بن عمرو عن إبراهیم عن عقلمة عن عبدالله عن النبی ﷺ قال: لا یدخل الجنة من کان فی قلبه مثقال ذرة من کبر۔ ولا یدخل النار من کان فی قلبه مثقال ذرة من ایمان۔ قال: فقال رجل إنه یعجبنی أن یکون ثوبی حسناً ونعلی حسناً قال إن الله یحب الجمال ولکن الکبر من بطر الحق و غمص الناس۔ هذا حدیث حسن صحیح غریب۔

توضیح وتشریح: یہ روایت اور گزشتہ روایت دونوں ایک جیسی ہیں۔ فرق یہ ہے کہ پہلی روایت میں تھوڑے سے تکبر کیلئے بطور تمثیل مثقال حبة من خردل" (رائی کے دانے کے برابر) کے الفاظ مذکور ہوئے تھے' اور اس روایت میں مثقال ذرۃ (ذرہ برابر) کے الفاظ ذکر ہوئے۔ حاصل دونوں کا ایک ہے۔ اور دونوں قسم کے الفاظ کسی چیز کی بہت قلت اور کمی بیان کرنے کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔

حبة من خردل: رائی کے دانے کو کہا جاتا ہے' اور بعض کا کہنا ہے کہ یہ کلونجی کو کہا جاتا ہے' جس کو عربی زبان میں ''الحبة السوداء'' (کالا دانہ) کہتے ہیں اور ''ذرة'' بعض کے نزدیک چھوٹی سرخ رنگ کی چیونٹی کو کہا جاتا ہے۔ اور بعض کے نزدیک کمرے کے روشن دان میں اندر آنے والی سورج کی شعاع میں جو ہوا میں تیرتے ہوئے گرد وغبار کے اجزاء نظر آتے ہیں ان میں سے ہر ایک جز ذرہ کہلاتا ہے۔ اردو میں بھی یہ اجزاء ذرات کہلاتے ہیں اور یہ تمام چیزیں قلت میں مبالغہ بیان کرنے کیلئے بطور تمثیل ذکر کی جاتی ہیں۔

عمدہ لباس پہننا تکبر نہیں اگر تکبر کیلئے نہ ہو: دوسرا فرق یہ ہے کہ اس روایت کے آخر میں یہ اضافہ بیان ہوا ہے: فقال رجل إنه یعجبنی أن یکون ثوبی حسناً الخ اس کا حاصل یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے

تکبر کی برائی بیان فرمائی تو ایک صحابی نے فوراً اپنے دل کا جائزہ لے لیا' اور جان لیا کہ جیسا کہ تکبر کرنے والوں کی عادت ہوتی ہے کہ حسین منظر و ہیئت بناتے ہیں فخر وغرور کیلئے خوبصورت لباس پہنتے ہیں اور ٹھاٹ باٹ میں چلتے پھرتے ہیں۔ میرا دل بھی تو کچھ ایسا ہے کہ عمدہ اور خوبصورت لباس کو پسند کرتا ہے' جوتے اچھے ہوں تو خوش ہوتا ہے' کہیں یہ تکبر نہ ہو' تو فوراً اپنے دل کی کیفیت کو بیان کر کے جناب رسول اللہ ﷺ کے سامنے رکھ دیا۔ إنه يعجبني أن يكون ثوبي حسنا ونعلي حسناً (اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! ﷺ) مجھے بھی تو یہ پسند ہے کہ میرے کپڑے خوبصورت ہوں' میرے جوتے خوبصورت ہوں' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ إن الله يحب الجمال' ولكن الكبر من بطر الحق وغمص الناس یقیناً اللہ تعالیٰ جمال کو پسند فرماتا ہے۔ البتہ تکبر یہ ہے کہ کوئی آدمی حق کو ٹھکرا دے۔ اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں۔ إن الله جميل يحب الجمال" بے شک اللہ تعالیٰ جمیل ہے' اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ غرض یہ کہ جب کوئی دوسروں پر اپنے آپکو بڑا ظاہر کرنے کیلئے اور دوسروں کو حقیر سمجھ کر اچھے اور قیمتی لباس پہنتا ہو تو تب تو یہ تکبر ہے' نیز اگر اپنے حسن وخوبصورتی' شباب و جوانی اور مال ونعمت کے نشے میں مست ہو کر حق بات کے مقابلے پر اتر آیا اور حق کو ٹھکرانے لگا اور حق بات اور صحیح مسئلہ کو قبول نہیں کرتا کیونکہ یہ اپنے آپکو مستغنی سمجھتا ہے اور اسکا فخر وغرور اس کو حق کیلئے منقاد ہونے نہیں دیتا' یہی تکبر ہے' پشتون قوم میں بھی یہ بیماری ہے کہ اگر صاف واضح ہو جائے کہ یہ رسم خلاف شرع ہے لیکن یہ اپنے آپکو ضرور پشتون سمجھتا ہے' اور اسکی پشتو کی روایات اس کو اسلامی روایات کے قبول کرنے سے مانع بنتی ہیں۔ یہی تکبر ہے' اگر حق کے سامنے سر تسلیم خم کیا ہو' اور لوگوں کو بھی حقیر نہیں سمجھتا ہو لیکن نظافت' اور پاکیزگی اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے اظہار کیلئے عمدہ لباس پہنتا ہو' عمدہ سے عمدہ لباس پہن کر بھی کمزوروں' غریبوں اور ناداروں کو اپنے آپ سے بہتر سمجھتا ہو' تو یہ تکبر نہیں ہے اگر چہ اسکو یہ پسند ہے کہ میرے کپڑے عمدہ ہوں' جوتے اچھے ہوں' مکان اچھا اور خوبصورت ہو' موٹر کار وغیرہ قیمتی ہو' یہ تکبر نہیں ہے بلکہ جسکو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت کی نعمت دی ہو' تو اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ اسکی نعمتوں کا اثر اس پر ظاہر ہو

O حدثنا ابو كريب ثنا أبو معاوية عن عمر بن راشد عن إياس بن سلمة بن الأكوع عن أبيه قال : قال رسول الله ﷺ :لايزال الرجل يذهب بنفسه حتى يكتب في الجبارين فيصيبه ما أصابهم" هذا حديث حسن غريب۔

ترجمہ: حضرت ایاس بن سلمہ بن الأکوع اپنے باپ (سلمہ ابن الأکوع ؓ) سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی اپنے آپ کو بلند اور اونچا کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ جبارین میں سے لکھا جاوے گا' پھر اس کو بھی وہی عذاب پہنچ جائے گا جو کہ ان (جبارین' فرعون' ھامان' قارون وغیرہ) کو پہنچ چکا تھا' ---- یہ حدیث حسن غریب ہے۔

توضیح وتشریح: اس کا حاصل یہ ہے کہ جب کوئی آدمی اپنے نفس کو بلند اور اونچا کرتا رہا اور اپنے نفس کو دوسروں پر ترجیح دیتا رہا اور اپنے آپ کو بڑا اور محترم ومکرم سمجھتا رہا اور اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کا نام جبارین متکبرین کے دیوان میں درج کرایا جائے گا۔ اور پھر ان جبارین فرعون ہامان اور قارون وغیرہ کو جو عذاب ملا ہو' یہ جابر بھی اس قسم کے کسی عذاب کے ساتھ ہلاک ہوگا۔ نیز آخرت میں بھی اس کا حشر ان جبارین متکبرین کے ساتھ ہوگا۔ (اعاذنا اللہ تعالیٰ منھا)

O حدثنا علی بن عیسی بن یزید البغدادی ثنا شبابة ابن سوار أخبرنا ابن أبی ذئب عن القاسم بن عباس عن نافع بن جبیر ابن مطعم عن أبیه قال: یقولون لی فی التیه' وقد رکبت الحمار ولبست الشملة وقد حلبت الشاة وقد قال لی رسول اللہ ﷺ من فعل هذا فلیس فیه من الکبر شئی ''هذا حدیث حسن غریب۔

ترجمہ: حضرت نافع بن جبیر بن مطعم اپنے باپ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ روایت نقل کرتے ہیں' کہ وہ کہا کرتے تھے' کہ لوگ کہتے ہیں کہ میرے اندر تکبر موجود ہے' حالانکہ میں تو ایسا ہوں کہ میں گدھے کی سواری کر چکا ہوں' پھٹے پرانے کپڑے پہن چکا ہوں۔ اور بکری کا دودھ دوھ چکا ہوں اور جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ جس نے یہ مذکورہ کام کردیئے ہوں تو اس میں ذرہ برابر تکبر نہیں ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

توضیح وتشریح: اس روایت کا یہ حاصل ہے کہ بعض لوگوں میں کچھ ایسی طبعی صفات پائی جاتی ہیں جن پر لوگ تکبر کا گمان کرتے ہیں' مثلاً بعض لوگوں کا مزاج ایسا ہوتا ہے' کہ اس کو خلوت اور تنہائی اچھی لگتی ہے' لوگوں کیساتھ زیادہ میل ملاپ نہیں رکھتا' بعض افراد کے چلنے میں کچھ ایسا انداز ہوتا ہے کہ بظاہر وہ فخر اور غرور معلوم ہوتا ہے لیکن وہ اس کی طبعی عادت ہوتی ہے۔ تکبر اور غرور نہیں ہوتا' اس وجہ سے یہ صحابی حضرت جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں کہ میرے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ اسکے نفس میں کچھ غرور اور تکبر ہے۔ حالانکہ میں نے تو کبھی اپنے آپ کو بڑا نہیں سمجھا۔ کبھی تکبر نہیں کیا۔ جس کی علامت یہ ہے کہ میں نے گدھے کی سواری کی ہے' اس سے کبھی عار نہیں سمجھا۔ پھٹے پرانے کپڑے بھی پہن لیتا ہوں' بکریوں کا دوددھ دوھتا ہوں' یہ ایسے کام ہیں جنکے بارے میں مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے یہ کام کئے اس آدمی میں تکبر نہیں ہوتا۔ چنانچہ خود جناب رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس اپنی بیویوں کیساتھ گھر کے کام کاج میں حصہ لیتے تھے' اپنے کپڑے خود سی لیتے تھے۔ نیز بکری وغیرہ کا دودھ دوھنا' مکان میں جھاڑو دینا' جوتے صاف کرنا' سالن پکانا وغیرہ مختلف کام خود کرنے سے سنت نبوی ﷺ بھی زندہ ہوتی ہے اور انسان کے نفس کا غرور بھی ختم ہوجاتا ہے۔